# عشرہ محرم الحرام

مولانا ابو الکلام آزاد

عصر عاشور حسین مظلوم نے دین مبین اسلام کی بقا کی خاطر جو عظیم قربانیاں پیش کی تھیں وہ تاریخ بشریت کی عدیم المثال قربانیاں بن گئیں اور ان قربانیوں کے ذریعہ اسلام کا ایسا بیمہ کردیا کہ رہتی دنیا تک کسی یزید میں یہ جرأت نہ ہوگی کہ حسین مظلوم کے سوگواروں سے بیعت کا مطالبہ کرسکے۔ ذکر شہادت حسین ہر اس موحد کا فریضہ ہے جس کے کانوں سے اذان کی آواز ٹکرارہی ہے کیونکہ حسین نے اسی آواز اور نماز نیز "دین محمدی" کی بقا کی خاطر تلوار کو گلے لگایا تھا۔ اسی وجہ سے کائنات کے ہر گوشہ میں ان کا ذکر ہوتا ہے اور انسانی شعور کی بیداری کے ساتھ ہی ساتھ حسینیت کے ذکر میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے اور بقول شاعر

انسان کو بیدار تو ہولینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

ذیل میں مولانا ابو الکلام آزاد کے قلم سے حسین مظلوم کے ذکر کا مطالعہ کیجئے۔(ادارہ)

شمع ہا بردہ ام از صدق بخاک شہدا
تا دل و دیدہ خونابہ نشانم دانند

آیئے سب سے پہلے آج ایک بھولی ہوئی صحبت ماتم کو پھر تازہ کریں۔

کتنے دن گزر گئے کہ راہ ورسم ماتم وشیون سے نا آشنا ہیں۔ نہ صدائے ماتم کی فغاں سنجی ہے اور نہ چشم خونبار کی اشک فشانی۔ کاروبار غم کی رونق افسردہ ہوچکی ہے اور بازار درد کی چہل پہل مدت سے موقوف ہے۔

داغ تازہ می خارو نہ زخم کہنہ می کارد
بدہ یارب دلی کیں صورت بیجاں نمی خواہم

طرابلس کے خون آلود ریگستان کو اگر لوگوں نے بھلادیا، مشہد مقدس اور تبریز کا قصہ الم اگر

ذہنوں سے محو ہوگیا۔ مقدونیہ اور البانیہ کے تازہ ترین افسانہ ہائے خونین اگر فکروں سے فراموش ہوگئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ارباب درد وغم کے لئے ایک ایسی داستان الم صدیوں سے موجود ہے جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتی، اور اگر لوگ اسے بھلا بھی دیں تو ہر سال چند ایسے ماتم آلود دن ہیں جو تازگی زخم کہن کے لئے آموجودہ ہوتے ہیں۔ جو از سر نو تیرہ سو برس پیشتر کے ایک حادثہ عظیمہ کی یاد پھر سے تازہ کردیتے ہیں۔ اس سے میرا اشارہ حادثہ وہائلہ کبریٰ یعنی شہادت حضرت سید الشہداء علیہ وعلی اجدادہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ عظم الله اجورنابمصائبنا۔

وقت است کہ در پیچ وخم نوحہ سرائی
سوز ونفس نوحہ گر از تلخ نوائی
وقت است کہ باپردگیاں کز رہ تعظیم
بردرگہ شان کردہ فلک ناصیہ سائی
از خیمہ آتش زدہ عریاں بدر آیند
چون شعلہ رخان برسرشان کردہ روائی
تنہا ست حسین ابن علی در صف اعدا
اکبر تو کجا وقتی وعباس کجائی

سچ یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کیلئے سوز تپش کی ضرورت ہو، جن ارباب درد کو روح کی راحت کیلئے جسم کے ماتم کی تلاش ہو، جن کی زبانیں آہ وفغاں کو محبوب، اور جن کی آنکھیں خوننا بہ فشانی کو اپنا مطلوب ومقصود سمجھتی ہوں، ان کی صحبت ماتم والم کی رونق کیلئے یہی افسانہ اتنا کچھ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے سیلاب سمندروں کی روانی سے بہ جائیں اور بے شمار لاشوں کی تڑپ سے زمین کے بڑے بڑے قطعات یکسر جنبش میں آجائیں، جب بھی ان کی نداء حال اس الہام سرائی سے قاصر رہے گی، جو اس کے ایک ایک لفظ کے اندر سے توصیہ فرمائے عبرت وبصیرت ہے۔

لیکن آہ! کتنے دل ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اس حقیقی بصائر ومعارف کے اندر دیکھا ہے؟ اور کتنی آنکھیں ہیں جو حسین ابن علی شہید پر گریہ وبکا کرتے ہوئے اس اسوہ حسنہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں جو اس حادثہ عظمٰی کے اندر موجود ہے؟

فی الحقیقت یہ آزادی وحریت ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی جو صرف اس لئے ہوئی تا کہ پیروان اسلام کے لئے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے۔ اور اس طرح جہاد حق و عدالت اور اس ثبات اور استقامت کی ہمیشہ کے لئے کامل ترین مثال قائم کردے۔ کسی روح کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ محبت حسین کی مدعی ہو جب تک اُسوہ حسینی کی متابعت کا اپنے اندر ثبوت نہ دے۔

دنیا میں ہر چیز مرجاتی ہے کہ فانی ہے مگر خون شہادت کے ان قطروں کے لئے جو اپنے اندر حیات الٰہیہ کی روح رکھتے ہیں کبھی بھی فنا نہیں:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

سب سے پہلا نمونہ جو یہ حادثہ عظیمہ سامنے لاتا ہے دعوت الی الحق اور حق وحریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنا ہے۔ بنی امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر وشخصیت پر ہو کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے اسلام کی روح حریت وجمہوریت کو غارت کیا۔ اور شوریٰ اور اجتماع امت کی جگہ غلبہ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد پر رکھی۔ ان کا نظام حکومت شریعت الٰہیہ نہ تھا۔ بلکہ محض اغراض نفسانی مقاصد سیاسیہ۔ ایسے میں ضرور تھا کہ ظلم وجبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق وحریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔ حضرت سیدالشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کرکے مظالم بنی امیہ کے مقابلہ میں جہاد حق کی بنیاد رکھی، اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت ووفاداری سے انکار کردیا۔

پس یہ نمونہ تعلیم کرتا ہے کہ ظالمانہ وجابرانہ حکومت کا اعلانیہ مقابلہ کرو۔ اور کبھی ایسی حکومت سے اطاعت ووفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت وحقوق کی غارت گر ہو اور جس کے احکام مستبدہ وجابرہ کی بنیاد، صداقت وعدالت کی جگہ جبر وظلم ہو۔

مقابلے کے لئے ضروری نہیں کہ تمہارے پاس قوت وشوکت مادی کا وہ سب ساز وسامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے۔ کیونکہ حسین ابن علی کے ساتھ جمعیت قلیل کے سوا کچھ نہ تھا۔ حق و صداقت، نتائج کی فکر سے بے پرواہ ہے۔ نتائج کا مرتکب کرنا تمہارا کام نہیں، یہ اس قدرت قاہرہ عادلہ الٰہیہ کا کام ہے جو حق کو باوجود ضعف اور فقدان انصار کے، کامیاب وفتحمند کرتی ہے اور ظلم

کو باوجود جمعیت وعظمت دینوی کے، نامراد ونگوں سار کرتی ہے۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله(۲۴۹:۲)

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو جماعتوں پر حکم الٰہی سے غالب آگئیں۔

ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا خیال دامنگیر ہوتا ہے۔ جونی نفسہ اگر چہ عقل ودانائی میں آکر فرشتہ ہے، لیکن کبھی کبھی شیطان رجیم بھی اس کے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے۔ نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوادینے اور چند انسانوں کا خون بہادینے سے کیا حاصل؟ توپ وتفنگ وتخت وسلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے کہ ہم کریں؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔

تاریخ عالم کی صدہا امثال مقدسہ ومحترمہ جہاد سے قطع نظر، تمہارے سامنے خود مظلوم کربلا کی مثال موجود ہے۔ تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومت کی قوتوں اور سازوسامان کا مقابلہ کب کیا ہے کہ کبھی بھی کیا جائے؟ میں کہتا ہوں کہ حسین ابن علیؑ نے صرف (۷۲) یا باسٹھ بھوکے انسانوں کے ساتھ اس عظیم الشان حکومت قاہرہ وجابر کا مقابلہ کیا جس کے حدود، سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلنے والے تھے۔ اور گو یہ سچ ہے کہ حسینؑ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپتا دیکھا، اور ایک ایک کرکے ان میں سے ہر وجود مقدس خاک وخون میں تڑپا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ دشمنوں سے نہ تو پینے کے لئے پانی چھین سکے اور نہ زندہ رہنے کے لئے اپنی غذا حاصل کرسکے۔ اور اس میں بھی شک نہیں بالآخر سر سے لے کر پیر تک وہ زخموں سے چور چور ہوئے اور اس خلعت شہادت لالہ گوں سے آراستہ تیار ہوئے تا کہ اس کرشمہ ساز عجائب کے حریم وصال میں پہنچیں جو دوستوں کو خاک وخون میں تڑپاتا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔

أريد وصلاله ويريد قتلي

تاہم فتح اس کی تھی اور فیروز مندی اور کامرانی کا تاج صرف اس کے زخم خوردہ سر پر رکھا جاچکا تھا۔ وہ تڑپا اور خاک وخون میں لوٹا، پر اپنے اس خون کے ہر ہر قطرے سے جو اس کے زخموں سے ریگ و سنگ پر بہا تھا، انقلاب وتغیرات کے وہ سیلاب ہائے آتشیں پیدا کردئے، جن کو جن نہ تو مسلم بن عقبہ کی

خون آشامی روک سکی ، نہ حجاج کی بے امان خونخواری اور نہ عبد الملک کی تدبیر وسیاست۔ وہ بڑھتے اور بڑھتے ہی رہے۔ظلم وجبر کا پانی تیل بن کر ان شعلوں کی پرورش کرتا رہا۔حکومت کا غرور ہوا بن کر ان کی ایک چنگاری کو آتش کدہ سوزاں بناتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری وقت آ گیا۔ اور جو کچھ ۶۱ ہجری میں کربلا میں ہوا تھا وہ سب کچھ سنہ ۱۳۲ ہجری میں نہ صرف دمشق بلکہ تمام عالم اسلام کے اندر ہوا۔ صاحبان تاج وتخت خاک وخون میں تڑپے، ان کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کی گئیں۔فتحمندوں نے قبریں تک اکھاڑ ڈالیں اور مردوں کی ہڈیوں تک کو ذلت اور حقارت سے محفوظ نہ چھوڑا اور اس طرح :وسیعلم الذین ظلموا ایّ مُنقلب ینقلبون(۲۶۔۲۷) کا پورا ظہور ہوا۔ پھر یہ سب جو ہوا وہ ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ دوانیوں ہی کا نتیجہ نہ تھا۔ کیا یہ اسی خون کا اعجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا۔ پھر یہ فتح مندی تو برجستہ ظاہر ہے جس کے نتیجہ کے لئے ایک صدی کا انتظار کرنا پڑا۔ورنہ فی الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے اسی وقت اپنی فتحمندی حاصل کر لیتا ہے۔

بہر حال یہ تو حق وصداقت کی قربانیوں کے نتائج ہیں جو کبھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ لیکن حضرت سید الشہداء کا اسوہ بتلاتا ہے کہ تم ان نتائج کی ذرا پرواہ نہ کرو۔اگر ظلم اور جابرانہ حکومت کا وجود ہے تو اس کے لئے حق کی قربانی ناگزیر ہے۔ اور اسے ہونا ہی چاہئے۔تعداد کی قلت وکثرت یا سامان ووسائل کا فقدان اس پر موثر نہیں ہوسکتا۔ اور ظلم کا صاحب شوکت وعظمت ہونا اس کے لئے کوئی الٰہی سند نہیں ہے کہ اس کی اطاعت ہی کر لی جائے۔ظلم خواہ ضعیف ہو، خواہ قوی ہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے کیوں کہ وہ ظلم ہے اور حق وانصاف ہر حال میں یکساں اور غیر متزلزل ہے۔

حق وعداوت کی رفاقت کی آزمائشیں زہرہ گداز اور شکیب ربا ہیں۔قدم قدم پر حفظ جان وناموس اور محبت فرزند وعیال کے کانٹے دامن کھینچتے ہیں۔لیکن یہ اسوۂ حسنہ مومنین مخلصین کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی طلب وہمت کو اچھی آزمالیں۔ ایسا نہ کہ چند قدموں کے بعد ہی ٹھوکر لگے۔

جرم را این جا عقوبت استغفار نیست

اس قتیل جادۂ حق وصداقت کے چاروں طرف جو کچھ تھا اس کا اعادہ ضروری نہیں کہ سب کو معلوم ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی آزمائشوں کے متعدد درجے بیان کئے ہیں۔

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس

والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون۔

اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا۔ وہ حالت خوف وہراس بھوک اور پیاس نقصان مال وجان اور ہلاکت اولاد اقارب میں مبتلا کرکے تمہارے صبرواستقامت کو آزمائے گا۔ پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے ان کے لئے جن کے ثبات واستقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو اپنے تمام معاملات یہ کہہ کراللہ کے سپرد کردیتے ہیں کہ انا لله وانا الیه راجعون۔

خوف وہراس، بھوک اور پیاس، نقصان اموال ومتاع، قتل نفس واولاد یہی چیزیں انسان کے لئے اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے ان ہی چیزوں کو راہ الٰہی کے لئے آزمائش قرار دیا گیا ہے۔

لیکن مظلوم کربلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کرکے موجود تھے۔ وہ ان تمام مصائب سے ایک لحہ کے اندر نجات پاکر آرام وراحت اور شوکت وعظمت حاصل کرسکتا تھا۔ اگر حکومت ظالمہ کی وفاداری واطاعت کا عہد کرلیتا اور حق وصداقت سے روگردانی کے لئے مصلحت وقت کی تاویل کرتا، پراس نے خدا کی مرضی پر ترجیح دی اور حق کا عشق، زندگی اور زندگی کی محبتوں پر غالب آگیا۔ اس نے اپنا سر دے دیا کہ انسان کے پاس حق کے لئے یہی کچھ ہے۔ یہی ایک آخری متاع ہے، پر اطاعت واقرار وفاداری کا ہاتھ نہ دیا جو صرف حق وعدالت ہی کے آگے بڑھ سکتا تھا۔

ومن النّاس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد۔

اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی کی طلب میں جانیں تک فروخ کردیتے ہیں اور اللہ بھی اپنے بندوں کے لئے شفقت ومہربانی رکھنے والا ہے۔

سب سے بڑا اسوہ حسنہ کہ اس حادثہ عظیمہ کی لسان حال اسکی ترجمانی کرتی ہے راہ مصائب وجہاد حق میں صبر واستقامت اور عزم وثبات ہے کہ:

انّ الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا

بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے اور پھر اس بات پر قائم رہے۔

دوسری جگہ کہا:

فاستقم کما امرت

پس چاہئے کہ جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے(اے نبیؐ) قائم رہو۔
(اپنی راہ میں ) استوار ہو جاؤ۔

روی کشادہ باید وباید وپیشانی فراخ
یک جا کہ لطمہ ہای یداللہ می زنند

فی الحقیقت اس شہادت عظیمہ کی سب سے بڑی مزیت وخصوصیت یہ ہے کہ اپنے عزیزوقارب، اہل وعیال اورفرزند واحباب کے ساتھ دشت غربت ومصائب میں محصور ادرا ہونا، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کو شدت عطش وجوع سے آہ وفغاں کرتے ہوئے دیکھنا، پھر ان سے ایک ایک کی خون آلود لاش کو اپنے ہاتھوں سے اٹھانا، حتی کہ اپنے طفل شیر خوار کا بھی تیر ظلم وبربریت سے نخچیر پانا۔مگر بایں ہمہ راہ حق وصداقت میں جو پیمان صبرواستقامت باندھا تھا اس کا ایک لمحہ بلکہ ایک عشرہ ودقیقہ کے لئے بھی متزلزل نہ ہونا، اورحق کی راہ میں جس قدر مصائب واندوہ پیش سب کوشکر ومنت کے ساتھ برداشت کرنا۔ کہ

رضینا بقضاء اللہ وصبرنا علی بلائہ

پیکان ترا بجان خریدار　　　من مرہم دیگراں نخواہم

دوست کے ہاتھ سے جام زہر بھی ملتا ہے تو تشنہ کا مان زلال محبت اسے غیروں کے جام شہدوشکر پر ترجیح دیتے ہیں۔

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے گراں

آج بھی اگر گوش حقیقت نیوش باز ہوتو خاکِ کربلا کا ایک ایک ذرہ توصیہ فرمائے صبر و استقامت ہے۔

شدیم خاک ولیکن ہوائے تربت ما　　　تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

افسوس کہ تفصیل مطالب کا ارادہ نہیں اور وقت وگنجائش مقتضی ایجاز۔اگر اس صبرواستقامت کے اسوہ حسنہ کودیکھنا چاہتے ہوتو خدارا اسفار تاریخ کی طرف توجہ کرو۔

☆☆☆☆